افکار و آراء

مساوات

جب بھی انسانیت کی پشت پر ظلم و طغیان کے کوڑے برسے، اس نے ہمیشہ مساوات کے خواب دیکھے۔ صدیاں گزر گئیں اور اقوام عالم مساوات کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اور انھیں یہ مساوات ـــــ سوائے فلسفیوں کی تصنیفات کے اور کہیں نظر نہ آئی۔ گویا مساوات ایک سراب ہے۔ جب بھی اس کے پاس پہنچو، وہ نظروں سے روپوش ہو جاتی ہے۔ اس دوران میں رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوتے ہیں۔ آپ اس خواب کو ایک حقیقت بنا دیتے ہیں۔ ایسی حقیقت جس نے تاریخ کا رُخ بدل دیا ۔ اور پہلی دفعہ دنیا میں ایک معاشرہ معرض وجود میں آیا۔ جو مساوات کے بارے میں باتیں کرنے کے بجائے اس پر عامل تھا۔ اگرچہ بعد میں اسلامی افق سے یہ درخشاں نور چھپ گیا لیکن وقتاً فوقتاً اسلامی تاریخ میں اس کی تھوڑی بہت شعاعیں نظر آتی رہیں۔ اب یہ قصور اسلام کا نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کا ہے جنھوں نے اپنے اسلام کو ضائع کر دیا۔ اور ان کے ہاتھ سے عزت و احترام کے اسباب جاتے رہے۔ اس ضمن میں جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، وہ ایک ایسا دین ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے، اور ایک ایسا سرچشمہ ہے جو کبھی خشک نہیں ہوگا اگر ہم اس کی طرف لوٹیں گے تو اس کو اسی حالت میں پائیں گے جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے۔ یعنی ہماری روحوں کے لیے غذا ہے۔ ہماری قوت کا سرچشمہ ہے۔ اور عدل و انصاف کی حقیقی اساس ہے۔ جس میں ظلم بار نہیں پا سکتا۔ اس میں ایسی مساوات ہے کہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ اور اگر ایک انسان کو دوسرے پر کوئی فضیلت ہے تو صرف تقویٰ کی بنا پر۔ اسلام میں مساوات صرف تنگ مادی دائرے تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ مسلمانوں کے نفوس کو ہر قسم کی عبودیت و غلامی سے آزادی دیتا ہے۔ اس مساوات کا نقطہ آغاز ایک خدا پر ایمان لانا ہے، جو سب کا پروردگار ہے۔ اور وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے وہی مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں روزی ہے۔ اور ہر چیز پر اسی کا اقتدار ہے، ہمارے اور اس کے درمیان کوئی اور واسطہ نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے۔ ہم سب اسی کے بندے ہیں، خواہ ہم میں سے کوئی کتنا بھی بلند مرتبہ

کیوں نہ ہو۔

جب مسلمان اسلام کے اس عقیدے میں جو اساسی معانی مضمر ہیں، ان پر ایمان لاتے ہیں، تو ان میں سے ہر ایک اپنے کمزور اور فانی وجود کو خدائے قادر و رحیم کی قدرت سے براہ راست مربوط محسوس کرتا ہے اور اس سے اسکے اندر بہادری اور احترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جو اسے یہ شعور بخشتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی نظروں میں معاشرے کے ہر فرد کے مساوی ہے قرآن مجید نے بار بار اس پر زور دیا ہے چنانچہ جب مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقیدہ گھر کر جاتا ہے تو پھر اسلامی معاشرہ اس مرحلے میں داخل ہوتا ہے، جو حقیقی مساوات کا ہے اسکے بعد ہی تشریعات اسلامی بروئے کار آتی ہیں، اور یہ اسلامی معاشرہ وہ امت بنتا ہے جسے قرآن مجید نے "خیر امت اخرجت للناس" کہا ہے۔ مساوات اسلام کا ایک امتیازی نشان ہے۔ اور غیر مسلم انصاف پسند مصنفین تک نے اسلام کی اس خصوصیت کا اعتراف کیا ہے۔ اس ضمن میں مشہور برطانوی مفکر تھامس کارلائل جو کچھ لکھا ہے، وہ سب کو معلوم ہے۔ قرآن مجید نے بار بار اس مساوات پر زور دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"یاایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ ان کرمکم عند اللہ اتقکم"

(اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنا دیا۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے)

"وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی الا من امن وعمل صالحا" فاولئك لھم جزاء الضعف بما عملوا وھم فی الغرفات امنون۔

(اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی چیز نہیں جو درجے میں تم کو ہمارا مقرب بنا دے۔ مگر ہاں جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔ سو ایسے لوگوں کے لئے ان کے عمل کا دگنا صلہ ہے۔ اور وہ بالاخانوں میں چین سے ہوں گے۔)

غرض یہ اسلام تھا، جس نے مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا۔ اُن کے دلوں کو متحد کیا۔ انھیں قانون کے سامنے اور معاشرے کے اندر مساوات دی۔ اور اس امر کی وضاحت کی کہ انسان کا عمل ہی اس کی سفارش کر سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا "وان لیس للانسان الا ما سعیٰ" اور یہ کہ "لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ" (انسان کیلئے وہی ہے، جس کی اس نے کوشش کی۔ ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا۔)

کفالت اجتماعی

اِسلام ہی وہ مذہب ہے، جس نے سب سے پہلے کفالت اجتماعی کی دعوت دی، اور اسے معاشرے کے لئے ضروری قرار دیا۔ اِسلام نے حکومت پر فرض کیا، کہ وہ اپنی سیاسی طاقت کے بل پر کفالت اجتماعی کو عملی جامہ پہنائے اور اپنے بیتُ المال سے اس کو مالی مدد دے ۔۔۔ لیکن افسوس اسلام نے دُنیا میں پہلی بار جس خواب کو حقیقت کر دکھایا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

" ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ ونجعلھم وارثین"

(ہم ان لوگوں پر جو زمین میں کمزور تھے، احسان کرنا چاہتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ ان کو امام اور اس زمین کا وارث بنائیں۔)

وہ دیرپا ثابت نہ ہوا اور اِسلام کے بہت سے احکام بے اثر ہو کر رہ گئے۔ انہی میں سے کفالت اجتماعی کا اسلامی نظام بھی تھا۔ اب اس زمانے میں بہت سی متمدن حکومتیں کفالت اجتماعی کی داعی ہیں۔ اور یہ چیز اس دور کا خصوصی شعار ہو گئی ہے۔

کفالت اجتماعی کے سلسلے میں اسلام نے پہلا قدم یہ اُٹھایا کہ اُس نے کام کرنے کو شرعًا واجب اور بے کاری کو حرام قرار دیا۔ بلکہ اس کے نزدیک محتاج اور معذور کے علاوہ دوسرے کے لئے بھیک مانگنا جرم ہے۔ ہر فرد کے کام کرنے کو واجب قرار دینے کے بعد اِسلام کفالت اجتماعی کے ضمن میں دو عملی تدابیر پیش کرتا ہے۔ ایک یہ کہ خاندان پر فرد کی معاشی کفالت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور دوسرے اِسلام نے صدقہ و احسان کرنے پر زور دیا ہے۔ اس کے بعد حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بیت المال سے محتاجوں کی مدد کرے۔

کفالت اجتماعی کا اصُول رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عہد میں معیّن ہو گیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کی بیوہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ السلام کے پاس آئیں تاکہ آپ سے اپنے یتیم بچّوں کے لئے کچھ کہیں۔ آپ نے اُن سے فرمایا

کہ تم اِن بچّوں کے معاملے میں فقر و احتیاج سے خائف ہو میں اِس دُنیا میں اور آخرت میں ان کا ولی اور ذمّہ دار ہُوں. آپ نے حضرت جعفر کی بیوی سے یہ بات اِس بنا پر نہیں کہی کہ وہ آپ کی قریبی عزیزہ تھی. مگر آپ نے بہ حیثیت امام اور حاکم یہ فرمایا تھا۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ بن الخطاب اور اُن کے بعد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اِس اصُول کو عملی جامہ پہنایا۔ چنانچہ ان دونوں خلفاء نے کفالت اجتماعی کے ضمن میں جو کچھ کیا۔ اُس کی مثالیں تاریخ اِسلام میں بکثرت موجود ہیں۔

کفالت اجتماعی کے قوانین کو مندرجہ ذیل تین خطرات سے جو بالعموم افراد معاشرہ کو پیش آتے ہیں. عہدہ برآ ہونا پڑتا ہے۔ (۱) جسمانی خطرات جو افراد کو لاحق ہوتے ہیں. اور اُنھیں کام کرنے کے قابل نہیں رہنے دیتے. جیسے کہ بیماریاں، جسمانی معذوری اور بڑھاپا. (۲) پیشہ ورانہ خطرات، وہ خطرات جو کام کرنے والوں کو اپنے کام کے سِلسلے میں پیش آتے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے وہ جزوی یا کلّی طور پر کام کرنے کے قابل نہیں رہتے. (۳) غریبی و افلاس کے خطرات ایک شخص کثیر العیال ہے۔ اور اس کی آمدنی کم ہے۔

اِن خطرات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اِسلام کیا تجویز کرتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں غور و توجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ خط پڑھنا چاہیئے، جو انھوں نے اپنے مصر کے والی کو لکھا تھا۔ (۴) حضرت علی نے لکھا :-

> نچلے طبقے کا جس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں، مسکینوں، محتاجوں. مصیبت زدوں، اور جسمانی معذوروں، کا خیال رکھو۔ اِن طبقوں میں سے بعض تو سوال کر لیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جنھیں بغیر سوال دینا چاہیئے، ان کے معاملے میں اللہ نے اپنے جس حق کا تمہیں ذمّہ دار بنایا ہے۔ اسے دُور کرنے میں اللہ کو حاضر و ناظر جانو۔ اُن کے لئے ایک تو اپنے بیت المال کا دُوسرا مال غنیمت کا حِصّہ مقرر کرو۔ اِسلام کا عمل دخل پوُری مملکت اِسلامیہ میں ہے۔ جو مذکورہ بالا طبقوں، میں سے دُور دراز حِصّوں میں رہتے ہیں۔ اُن کے لئے بھی اتنے ہی حقوق

ہیں، جتنے قریب کے حصّوں میں رہنے والوں کے، ان میں سے ہر ایک کے حق کو تمہیں ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ تمہاری اپنی آسودہ حالی اور حال مستی ان سے تمہیں غافل نہ کردے۔ اس بارے میں تمہاری ذراسی کوتاہی بھی قابل معافی نہیں ہوگی۔ خواہ تم ایک اہم اور بڑے کام کو اچھی طرح بھی کرلو۔ اس کے باوجود تمہاری توجہ ان لوگوں سے نہیں ہٹنی چاہیئے اور نہ تم ان سے تکبّر سے پیش آؤ۔ ان میں سے جو شخص تم تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ نگاہوں میں نہیں جچتا اور لوگ اسے حقیر سمجھتے ہیں۔ اس کا خاص خیال رکھو جو فرماں بردار اور تواضع کرنے والے ہیں۔ اُن پر تمہیں اعتماد کرنا چاہیئے۔۔۔ یتیم کنبوں اور چھوٹی عمر والوں کی، جن کے پاس نہ وسائل ہیں اور نہ وہ خود سوال کرسکتے ہیں۔ ان کی بڑی اچھی طرح دیکھ بھال کرو۔ بے شک والیوں پر یہ ذمہ داریاں بڑی گراں ہیں۔ لیکن حق ہوتا ہی بڑا گراں ہے۔"

حضرت علی کا اپنے والی مصر کے نام یہ خط محض باتیں نہیں، جو صفحہ قرطاس پر لکھ دی گئیں بلکہ وہ نافذ ہونے والا قانون ہے۔ جو ایک صاحب اقتدار حاکم اپنے ایک والی کے نام جاری کرتا ہے تاکہ اسے بروئے کار لایا جائے اور اس کی مدد سے کفالت اجتماعی کے ایک بہترین نظام کی طرح پڑے۔

اس اصول کی عملی تطبیق اور معاشرتی عدل و انصاف کے قیام، نیز افراد معاشرہ کو فقر و احتیاج سے محفوظ رکھنے کے سلسلے میں تاریخ اسلام میں جو مشکلات پیش آتی رہی ہیں اب میں ان سے بحث کروں گا۔

فقر و احتیاج

اس بارے میں اس واقعہ کا ذکر کرنا کافی ہے۔ جو حضرت عمرؓ کو ایک عورت کے

ساتھ پیش آیا تھا۔ یہ عورت زبردستی اپنے بچے کا دودھ چھڑا رہی تھی اور بچہ تھا کہ بُری طرح چیخ چلا رہا تھا۔ حضرت عمر نے اس عورت سے پوچھا کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ اس نے جواب دیا (اور وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ حضرت عمر سے مخاطب ہے) کہ عمر دودھ پیتے بچے کو تو وظیفہ نہیں دیتے۔ میں اس لئے بچے کا دودھ چھڑا رہی ہوں کہ مجھے اس بچے کا وظیفہ ملے اس سے میں اپنی احتیاج پوری کر دوں۔ یہ سُن کر حضرت عمر اپنے گھر لوٹے۔ انھوں نے نماز فجر ادا کی، اور سلام پھیرنے کے بعد اپنے آپ سے کہنے لگے۔ اے عمر! تیرے لئے خرابی ہو معلوم نہیں تیرے اس حکم سے مسلمانوں کے کتنے بچے مرے ہیں۔ پھر انھوں نے منادی کرنے والے سے یہ منادی کرائی۔ اے لوگو! اپنے بچوں کا جلد دودھ نہ چھڑاؤ ہم نے ہر بچے کے لئے اس کے پیدا ہونے کے بعد سے ہی وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔

ایک عورت کا واقعہ جو اپنے بھوکے بچوں کو چولہے پر ہنڈیا رکھے جس میں کہ خالی پانی اور صرف کنکریاں تھیں، بہلا رہی تھی کہ حضرت عمر وہاں پہنچے، تاریخ اسلام میں مشہور ہے حضرت عمر خود بیت المال سے اس کے لئے غلہ لے کر گئے۔ خود بچوں کے لئے کھانا پکایا۔ اور جب تک وہ کھا کر سیر نہیں ہوئے۔ وہ وہاں رہے۔

بڑھاپا اور بیماری

حضرت علی نے والی مصر کے نام جو ہدایات بھیجی تھیں۔ ان کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یہاں ہم حضرت عمر کی زندگی کی بعض اور مثالیں پیش کرتے ہیں۔ حضرت عمر نے ایک اندھے کو دیکھا کہ وہ راہ چلنے والوں سے بھیک مانگ رہا ہے۔ انھیں معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے، حضرت عمر نے اس سے پوچھا کہ کس چیز نے اسے بھیک مانگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اُس نے کہا۔ جزیہ، احتیاج اور بڑھاپے نے۔ حضرت عمر اسے اپنے گھر لے گئے اور اس کی ضرورت پوری کی اس کے بعد حضرت عمر نے بیت المال کے خازن کو بلوایا۔ اور اُس سے کہا۔ "یہ کتنی بُری بات ہے۔ خدا کی قسم ہم نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ ہم نے اس کی جوانی سے تو فائدہ اٹھایا۔ اور بڑھاپے میں اسے ذلیل کر رہے ہیں بے شک صدقات فقرا اور مساکین

کے لئے ہیں" انما الصدقات للفقراء والمساکین "۔ اور یہ شخص مساکین اہل کتاب میں ہے اسی بنا پر حضرت عمر نے بوڑھوں، بیماروں اور معذوروں سے جزیہ معاف کر دیا تھا اور ان کے گزارے کے لئے بیت المال سے وظیفے مقرر کئے تھے۔ غرض اس بارے میں حضرت عمر نے ایک شاندار اصول وضع کیا۔ جس کی رو سے عدل اجتماعی کا دائرہ صرف مسلمانوں تک محدود نہ رکھا گیا۔ بلکہ اس میں تمام مسلم اہل وطن شامل تھے۔ اس کی ایک اور مثال حضرت عمر کا وہ واقعہ ہے کہ آپ شام جاتے ہوئے ایسے لوگوں کے پاس سے گذرے، جنھیں کوڑھ تھا، اور وہ عیسائی تھے۔ حضرت عمر نے انھیں صدقات دینے کا حکم دیا۔ اور ان کا گذارہ مقرر کیا۔

ایک دفعہ حضرت طلحہ نے حضرت عمر کو رات کے اندھیرے میں اپنے گھر سے باہر نکلتے دیکھا وہ چپکے سے اُن کے پیچھے ہو لئے۔ حضرت عمر ایک مکان میں داخل ہوئے اور پھر وہاں سے نکلے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہ اس مکان میں گئے اور وہاں ایک اندھی معذور بڑھیا دیکھی۔ حضرت طلحہ نے اُس سے پوچھا کہ یہ کون شخص تمہارے پاس آتا ہے۔ اُس بڑھیا نے کہا کہ یہ ایک عرصہ سے میری دیکھ بھال کر رہا ہے۔ جس چیز کی مجھے ضرورت ہوتی ہے۔ وہ لا کر دیتا ہے اور میری جو تکلیف ہوتی ہے، وہ دور کرتا ہے۔

ماہنامہ فکر و نظر جولائی ۱۹۶۵ء

ماخوذ از مقالہ استاد احمد ذکی یمانی

وزیر معدنیات، مملکت سعودی عرب